© rasailojaraid.com

بندھائی اور کہا: 'اللہ سے اجر کی امید پر صبر کریں۔' میرے دادا جی بہت صابر اور اللہ والے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں میری پھوپھیوں کو بھی معلوم ہو گیا، ان کے گھر بھی قریب ہی تھے۔ میری ایک پھوپھی آئیں اور کمرے میں جانے لگیں جہاں ابو کی میت رکھی تھی۔ ان کے ساتھ ہی میں بھی جلدی سے چلی گئی، کسی روکنے والے کو میرا پتا ہی نہیں چلا۔ میں نے ابو کے چہرے سے چادر ہٹائی--- اللہ کی قسم! جب تک میں زندہ ہوں ابو کا وہ مسکراتا ہوا چہرہ نہیں بھلا پاؤں گی۔ ایک پرسکون میٹھی سی مسکراہٹ لیے ہونٹوں میں ابو کے چمکتے ہوئے دانت نظر آرہے تھے۔ میں نے انھیں دیکھا تو بالکل یقین ہی نہیں آیا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میری ایک سہیلی نے جب مجھ سے تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ تمھارے ابو فوت ہو چکے ہیں تو میں نے اسے کہا: نہیں وہ فوت نہیں ہوئے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح اللہ کے پاس چلے گئے ہیں لیکن جلد واپس آجائیں گے۔ میں نے خود ان کا چہرہ دیکھا ہے وہ فوت نہیں ہوئے۔

پھر میرے دادا نے ابو کو غسل دیا۔ انھیں کفن پہنایا۔ گورکن تابوت لے آیا اور ابو کی میت اس میں رکھ دی گئی۔ میرے دادا فوجیوں سے مخاطب ہوئے اور کہا: "میرے ساتھ میرے بیٹے کا جنازہ تو اٹھوا دو"۔ انھوں نے جواب دیا "ہمیں آرڈر نہیں ہے"۔ وفاء باجی چلا اٹھیں: "جنازہ تو اٹھائیں کندھا کون دے گا"۔ لیکن وہ نہیں مانے اس پر میری دادی جان اٹھیں اور کہا: "اپنے بیٹے کا جنازہ میں خود اٹھاؤں گی"۔ وہ تابوت کی طرف بڑھیں تو اخوان سے تعلق رکھنے والی چند خواتین جو اس وقت اندر آنے میں کامیاب ہو گئی تھیں وہ بھی آگے بڑھیں اور اس دہشت کے عالم میں خواتین نے امام حسن البنا شہید کا جنازہ اٹھایا۔

ابو کی وفات کے ۱۰ سال بعد دادا اللہ کو پیارے ہوئے تو انھیں ابو کے پہلو میں دفن کرنے کے لیے لے جایا گیا[۱] اس وقت ابو کی قبر کھولی گئی تو ایک حیرت ناک منظر تھا کہ ۱۰ سال بعد بھی ابو کا تابوت اسی طرح صحیح سالم تھا۔ میت کے چہرے کے اوپر جو شیشہ لگا ہوتا ہے اس میں سے

۱- مصر میں قبریں اس انداز سے بنائی جاتی ہیں کہ زیر زمین چھت بنا کر اس کے نیچے تابوت رکھ دیے جاتے ہیں۔ تاہم، قبر اندر سے کچی ہی رہتی ہے۔ بعض اوقات ایک ہی جگہ ایک سے زیادہ تابوت رکھے جاتے ہیں۔ اہراماتِ مصر میں بھی یہی روایت اپنائی گئی تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظر آیا کہ صرف تابوت ہی محفوظ نہیں بلکہ چہرے سے کفن کھلا ہوا تھا اور ابو کا چہرہ بالکل صحیح سالم تھا۔ اسی طرح آنکھیں موند رکھی تھیں۔ داڑھی کے بالوں کی جگہ کچھ نشان تھے۔ یہ اب سے تقریباً ۱۰ سال پہلے کا واقعہ ہے۔

○ امام کی شہادت کے بعد آپ کی والدہ مرحومہ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا ہوگا؟

● میرے بھائی سیف نے ہمارا اور امی کا بہت خیال رکھا۔ کم سنی کے باوجود انھوں نے جان لیا کہ اب گھر کی صورت حال مخصوص نوعیت کی ہے۔ ابو کی شہادت کے بعد بھی ۲۴ گھنٹے ہماری نگرانی جاری رہی___ اور تو اور ان کی قبر کی بھی نگرانی کی جاتی تھی، جو وہاں دعا کے لیے جاتا گرفتار کرلیا جاتا۔ میری والدہ مرحومہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھیں۔ انھوں نے ہمیں گھر میں ہی رکھا___ کھیلنے کے لیے بھی دوسرے بچے ہمارے گھر میں آجاتے' ہم باہر نہیں جاتے تھے۔ ہم نے یہ وقت خوب مطالعے میں گزارا۔ ابو کی لائبریری سے بھرپور استفادہ کیا۔ میں اس وقت تک سوتی نہیں تھی جب تک ابو کی لائبریری سے لی ہوئی کتاب مکمل نہ کرلیتی۔

***

ہر ماہ کا ترجمان القرآن

www.tarjumanulquran.org

پر کسی ادائیگی کے بغیر ساری دنیا میں کسی بھی جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔ گذشتہ شمارے بھی موجود ہوتے ہیں۔

ضرور دیکھیے، احباب کو توجہ دلائیے

رائے اور مشورے سے آگاہ کیجیے

(ادارہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حسن البنا، اخوان اور مغربی مفکرین

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد ○

۲۰ویں صدی، مغربی مفکرین کی تحریرات میں عموماً 'سیاسی اسلام' کی صدی قرار دی جاتی ہے۔ اسلام نے اس صدی میں مسلم امت کو نہ صرف مغربی سامراج کی غلامی سے نکلنے میں قوت محرکہ فراہم کی، بلکہ دنیا کے نقشے پر اس صدی میں وہ تحریکات اسلامی ابھریں جن کا مشترکہ ہدف اور مقصد ایک صالح اخلاقی معاشرے اور نظام حکم کا قیام تھا۔ ان تحریکات نے روایتی اسلامی تعبیر سے ہٹ کر اپنا رشتہ براہ راست قرآن وسنت سے جوڑتے ہوئے دین کی حرکی تعبیر اپنے ادب، تنظیم اور نظام تربیت کے ذریعے امت مسلمہ کے سامنے رکھی۔ امت مسلمہ نے جو اپنے سیاسی، معاشی، معاشرتی، نفسیاتی زوال کی چبھن کو محسوس کر رہی تھی اور جس کے دیکھتے ہی دیکھتے مغربی سامراج کے زیر اثر اس کے اتحاد کی علامتی خلافت کی جگہ مغربی لادینی نظام کو رائج کر دیا گیا تھا۔ وہ اُمت جو الجزائر سے انڈونیشیا تک کہیں فرانسیسی، کہیں پرتگالی، کہیں اطالوی اور کہیں انگریزی سامراج کی غلامی میں جکڑی ہوئی تھی۔ اُمت نے اس صالح مقصد کے حصول کے لیے نئی فکر اور تعبیر پر الجزائر سے انڈونیشیا تک استقبال کیا۔ مختلف ناموں اور عنوانات سے اٹھنے والی اس تحریک نے امت کے سنجیدہ، تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جو امت مسلمہ کے مستقبل کے بارے میں فکرمند تھے، امید کی ایک کرن دکھائی اور یوں لوگ ساتھ آتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔

○ وائس چانسلر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس تناظر میں امام البنا نے اپنی تحریک اصلاح کا آغاز کیا۔ ان کی حیات، تحریک کے تاریخی ارتقا، اشاعت فکر، اداروں کے قیام، سیاسی اتار چڑھاؤ، مختلف عناصر کے ساتھ اتحاد اور ٹکراؤ کو ایک لمحے کے لیے نظرانداز کرتے ہوئے، اس مقالے میں ہمارا مقصد صرف یہ دیکھنا ہے کہ بعض معروف مغربی مفکرین امام البنا اور ان کی تحریک کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ ممکنہ اختصار کے ساتھ ہم صرف چند اشارات کی شکل میں اس موضوع سے بحث کریں گے۔

مغربی مفکرین بالعموم ۲۰ویں صدی کی اسلامی تحریکات کو روایت پرست، رجعت پسند، بنیاد پرست عسکریت پسند، ملوکیت کی پشت پناہ اور اس سے ملتے جلتے متضاد القاب سے یاد کرتے ہیں۔ عموماً یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ یہ تحریکات ایک تصوراتی اسلام (Utopia) کی طرف دعوت دیتی ہیں، جب کہ زمینی حقائق کو نظرانداز کر جاتی ہیں۔ یہ ایک ایسے ماضی کی طرف پلٹنے کی دعوت دیتی ہیں جو تاریخ کے اوراق میں دفن ہو چکا ہے۔ ان پر یہ الزام بھی دھرا جاتا ہے کہ یہ اس بوسیدہ ڈھانچے کو کوہ کنی کرنے کے بعد ایک حیات نو بخشنے کی خواہش میں گرفتار ہیں اور یہ تحریکات تاریخ کی رفتار اور تبدیلیوں سے کوئی آگاہی نہیں رکھتیں۔ ان مفروضات کو کلید تصور کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکال لیا جاتا ہے کہ ان تحریکات کی پکار سے صرف وہ لوگ متاثر ہوتے ہیں جو متوسط طبقے کے تعلیم یافتہ، خیالات میں گم رہنے والے اور اپنے مروجہ معاشروں سے عدم اطمینان رکھنے والے افراد ہیں۔ اس قسم کے تصورات کی بنا پر اسلامی تحریکات کو بادی النظر میں بآسانی بنیاد پرست اور قدامت پرست یا روایت پسند کا عنوان دے دیا گیا۔

بعض جدید مغربی مفکرین نے ایک قدم آگے بڑھ کر نہ صرف اصلاح اور تبدیلی کی قیادت کے جذبے سے سرشار ان اسلامی تحریکات کو، بلکہ خود اسلام کو امن عالم اور جدید مغربی لادینی سیاست و معیشت پر مبنی نظام کے لیے ایک خطرہ قرار دیتے ہوئے اسلام کے ساتھ کسی مکالمے یا تبادلۂ خیال کے امکان کو رد کرتے ہوئے ٹکراؤ اور قوت کے ذریعے زیر کرنے کی تلقین سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض مغربی بنیاد پرست مفکرین مغرب کی عسکری اور معاشی برتری سے سرشار نہ صرف اسلامی احیا کی تحریکات کو بلکہ خود اسلام کو راہ کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے اپنا ہدف بنا بیٹھے۔ اس سلسلے میں معروف امریکی ماہر سیاسیات پروفیسر سیموئیل پی ہن ٹنگٹن کا صرف ایک جملہ مغرب کی مذہبی بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاسی و عسکری قیادت کے حالیہ ذہن کی عکاسی کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ کہتا ہے:

The underlying problem for the West is not Islamic Fundamentalism, it is Islam ,a different civilization whose people are convinced of the superiority of their culture and are obsessed with the Inferiority of their power.[1]

مغرب لیے بنیادی مسئلہ اسلامی بنیاد پرستی نہیں، اسلام ہے۔ یہ ایک مختلف تہذیب ہے جس کے ماننے والے اپنی ثقافت کی برتری پر یقین رکھتے ہیں اور اقتدار سے محرومی کا احساس ان پر چھایا ہوا ہے۔

اتنے واشگاف الفاظ میں اسلام کو بجائے خود ایک خطرہ قرار دینا علمی بوکھلاہٹ اور ایک بنیاد پرست ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک ہی تیر سے کئی شکار کرتے ہوئے ایک دوسرے مغربی مصنف جان لافن نے اسلامی تحریکات اصلاح کو ایک جانب مغرب کے لیے خطرہ اور دوسری جانب خودان ممالک کے حکمرانوں اور حکمران طبقوں کے لیے سخت مہلک قرار دیا ہے۔ پھر ان کا موازنہ یورپ کی اشتراکی تحریک سے کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ان کے ہتھکنڈے بھی وہی ہیں جو اشتراکی تنظیمات کے ہوتے ہیں یعنی یہ پیشہ ور جنونی اور 'روایتی ترقی پسند' ہیں جو ہر لحہ حملہ کرنے کی تاک میں صبر و استقامت سے منتظر رہتے ہیں۔ اس کے اپنے الفاظ میں یہ بات یوں کہی گئی ہے:

" The third group of millitant leader, the "traditional progressives", can for the West be the most dangerous of all, though short-term they are even more dangerous to the present political leaders of Arab regimes. Professional zeaolts , these men are more worldly wise than the ayatullahs . They know that their Islamic Ideal can be reached and held ---through political action.

1- Samuel P.Huntigton , *The Clash of Civilization and the Remaking of World Order* , London ,Penguin Books,1997-p217

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

They use violance as a deliberate means to a desired end. Their strength is their group discipline and motivation. I have always been struck by the similarity of their orgnization with that of European Communists - the same emphasis on self contained cells the courier contact with other cells, the policy of working and watching while being ready to strike. The most obvions samples are the Muslim Brotherhood in Arab World and Jamaat-e-Islami in Pakistan.[۲]

جنگ جو قائدین کا تیسرا گروہ: 'روایت پسند ترقی پسند' مغرب کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے' اگرچہ مختصر مدت میں وہ عرب حکومتوں کے موجودہ سیاسی قائدین کے لیے اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ پیشہ ور انتہا پسند' آیت اللہ (ملاؤں) سے زیادہ دنیاوی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کا اسلامی نصب العین سیاسی عمل کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے اور قائم رکھا جاسکتا ہے۔ وہ مطلوبہ ہدف حاصل کرنے کے لیے تشدد کو سوچے سمجھے ذریعے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ ان کی طاقت' ان کا گروہی نظم وضبط اور جذبہ ہے۔ مجھے ان کی اور یورپی کمیونسٹوں کی تنظیمی مماثلت ہمیشہ غیر معمولی محسوس ہوئی: خود مکتفی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی وہی اہمیت اور دوسرے گروہوں سے کوریئر کے ذریعے رابطہ، حملے کے لیے تیار رہتے ہوئے دیکھنے اور جائزہ لینے کی حکمت عملی۔ اس کی نمایاں مثال عرب دنیا میں اخوان المسلمون اور پاکستان میں جماعت اسلامی ہے۔

اگر اس بیان کا تجزیہ کیا جائے تو چار نکات ابھر کر سامنے آتے ہیں:

امام البنا کی تحریک اشتراکی ماڈل پر ایک شدت پسند عسکری جماعت تھی جو حملہ آور ہو کر ملکی نظام کو درہم برہم کرنے کے لیے ایک ایک لمحہ گن کر گزار رہی تھی۔ ثانیاً مغرب اور مغرب کی

2- John Laffin, *The Dagger of Islam*, New York, Bantim Book, 1981, P 168-169

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حمایت کی بنا پر جو حکمران مسلمان ممالک پر مسلط ہیں، یہ ان کی دشمن تھی۔ ثالثاً اس کا اصل ہدف کسی نہ کسی طرح اقتدار پر قبضہ کر کے اپنی من مانی اسلامی تعبیر کو دوسروں پر زبردستی نافذ کر دینا تھا اور رابعاً اس کی اصل قوت اس کے وہ کارکن تھے، جنھیں اشتراکی طرز کے کمیون (commune) یا حلقوں میں تربیت دے کر مذہبی فدائی بنا دیا جاتا تھا جو جنون کی حد تک اطاعت امیر پر ایمان رکھتے تھے اور اس بنا پر اس دور میں سب سے زیادہ مہلک خطرے اور اسلحے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خردمندی کے نام پر مذکورہ بالا قیاسات اور مفروضوں کی بنیاد پر کسی تحریک کا تصوراتی خاکہ بنا لینا کہاں تک درست ہے اور اس قسم کے جذباتی، غیر حقیقی، متعصبانہ اور رنگ آلود بیانات معروضیت کی کسوٹی پر کہاں تک درست ثابت ہو سکتے ہیں؟ ان سوالات کا جواب بجائے انفرادی قیاس آرائی میں تلاش کرنے کے، خود ایک تحریک کے دستور اس کے زعما کی تحریرات اور اس کی اعلان کردہ حکمت عملی میں تلاش کیے جائیں تو شاید ایسی تحریکات کے ساتھ زیادہ انصاف کیا جا سکے۔

یہ بات دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ مغرب کے اکثر مصنف اپنے طولانی دعوؤں کے باوجود بہت کم معروضیت پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کے اکثر مفروضات ثانوی ذرائع معلومات اور پہلے سے مرتب کردہ احساسات پر تعمیر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض ایسے مغربی مفکرین بھی ہیں جو ان تحریکات اصلاح اور ان کے قائدین کے حوالے سے راے رکھنے میں جادۂ اعتدال سے قریب تر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثلاً معروف کناڈین محقق اور میکیگل کے ادارہ تحقیقات اسلامی کے بانی، ڈائرکٹر پروفیسر ولفرڈ کینٹ ول اسمتھ جنھوں نے کچھ عرصہ لاہور کے فورمین کرسچن کالج اور مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیے، جو عربی اردو اور دیگر اسلامی زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے، وہ اخوان المسلمون پر لگائے گئے ایک فکری الزام کی تردید ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"To regard the Ikhwan as purely reactionary would , in our judgement be false. For there is at work in it also a praise worthy constructive endeavour to build a modern society on the basis of justice and humanity, as an extrapolation from the best Values that have been

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

experienced in the tradition from the past.[3]

اخوان کو صرف رجعتی قرار دینا ہماری رائے میں غلط ہوگا۔ اس کے اندر عدل و انسانیت اور ماضی کی روایات سے تجربے کی بنیاد پر حاصل کردہ سنہری اقدار کی بنیاد پر ایک جدید معاشرے کے قیام کے لیے ایک قابلِ تعریف تعمیری کوشش بھی بروے کار ہے۔

اسمتھ کے اس معتدل بیان سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اخوان المسلمون' امام البنا اور اسی طرح سید مودودی کا دورِ حاضر میں ایک عادلانہ اسلامی سیاسی نظام اور معاشرے کے قیام کی کوشش کو رجعتی تحریک کہنا ان تحریکات کے ساتھ ظلم ہے۔ ایک جانب اس فکر کے حامل مغربی مفکر نظر آتے ہیں تو دوسری جانب ایسے مفکرین کی ایک بڑی تعداد ہے جو البنا اور ان کی تحریک کو بنیاد پرست قرار دینے پر اصرار کرتے ہیں۔

یہ بات کہ امام البنا عسکریت پسند جنگ جو تھے اور انھوں نے اپنی تحریک کو ایک تشدد پسند جماعت بنانا چاہا، یا وہ شمشیر بے نیام کے ذریعے نظام عدل و امن کو قائم کرنا چاہتے تھے، مغربی مصنفین کا ایک پسندیدہ موضوع ہے اور امام البنا، اخوان المسلمون اور اسی رو میں جماعت اسلامی پاکستان اور دیگر دستوری اصلاحی اسلامی تحریکات کو لپیٹتے ہوئے یہ حضرات اکثر ان تحریکات کی 'جنگ جویانہ' صلاحیت پر اتنے مختلف بلکہ متضاد زاویوں سے روشنی ڈالتے ہیں کہ ان تحریکات کے اصل خدوخال ارد گرد کے گرد آلود ماحول میں دھندلا جاتے ہیں اور کبھی ابھر کر سامنے نہیں آنے پاتے۔

"This is the movement which , in one form or another, has been the most prominent-fundamentalist current in sunni Islam since its Inciption in 1928. He launched the Brotherhood as movement for education and reform of hearts and minds.[4]

3- Wilfred Cantwell Smith *Islam in Modern History*, New York -Mentor Books-1957, P-161.

4- Sami Zubaida. *"Islamic Fundamentalism in Egypt and Iran"* in lionel Caplan, *Studies in Religious Fundamentalisms*, - London, The Macmillan press,1987,P-34.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ وہ تحریک ہے جو ایک یا دوسری حیثیت میں' ۱۹۲۸ء میں اپنے آغاز کے بعد سے سنّی اسلام کی سب سے نمایاں بنیاد پرست لہر رہی ہے۔ انھوں [امام البنا] نے اخوان کو دل و دماغ کی اصلاح و تعلیم کے لیے تحریک کی حیثیت سے شروع کیا۔

امام البنا اور اخوان پر 'بنیاد پرست' ہونے کا خیالی الزام اتنی بار دہرایا گیا ہے کہ غیر شعوری طور پر بعض اخوانی بھی خود کو بنیاد پرست سمجھنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں۔

بنیاد پرستی کے الزام کے ساتھ ہی بار بار یہ بات بھی دہرائی جاتی ہے کہ امام البنا اور تحریک اخوان المسلمون گردش ایام کو پیچھے کی طرف دھکیل کر انسانیت اور مسلم دنیا کو ایک ایسے دور کی طرف لے جانا چاہتی ہے جو ماضی کا ایک ورق بن چکا ہے اور جو ۲۱ ویں صدی کی ٹیکنالوجی، مادی ترقی اور علوم میں نئی ایجادات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لیے یہ دعوت، ترقی کی جگہ علمی، فکری اور مادی زوال کی دعوت ہے اور اس بنا پر 'روشن خیال' دنیا کے لیے ایک شدید خطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔

The Muslim Brothers world view was articulated in conservative Islamic terms calling for the restorating an Ideal society of the distant past.[5]

اخوان المسلمون کا تصور جہاں (ورلڈ ویو) قدامت پسند اسلامی اصلاحات میں بیان کیا گیا تھا جس میں ماضی بعید کے مثالی معاشرے کو بحال کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔

جن محققین نے براہ راست امام البنا کے خطبات اور تحریرات کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہ ماننے پر مجبور ہوئے ہیں کہ گو درمیانی دور میں اخوان کے بعض اقدامات عسکری نوعیت کے تھے، لیکن مجموعی طور پر نفوس کا تزکیہ و اصلاح ہی دعوت کا مرکزی نکتہ رہا۔ چنانچہ ایک مفصل تجزیاتی تحریر میں پروفیسر جان ایل اسپوزیٹو نے اخوان کی دعوت کے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔[6]

5- Joel Beinin *"Islamic Response to The Capitalist Penetration"* in Barbara Freyer Stowasser, *The Muslim Impulse*, Washington DC, Croom Helm,1987, p-96

6- John L. Esposite *"Trailblazers of the Islamic Resurgence"* in Haddad, Voll'Esposito, Moore and Sawan, ed . *The Contemporary Islamic Revival*, New York, Green Wood Press1991, p 39.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام البنا کی شخصیت کا ارتقا اور ان کا تصوف سے نہ صرف متاثر ہونا بلکہ اس کو عملاً اس حد تک اختیار کرنا کہ ان کی تعلیمات اور نظام تربیت میں ایک بڑا حصہ قرآن کریم کی تلاوت، اذکار و اوراد اور قیام اللیل کے ذریعے نفوس کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے، ان کی شخصیت اور طرزِ عمل ہر زاویے سے ایک روحانی پیشوا سے ملتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس غالب پہلو کے باوجود ان کی دعوت کا ایک جزوی نکتہ جس سے وہ خود بہت زیادہ مطمئن نہ تھے، اور ان کی عسکریت ہی اکثر مغربی مفکرین کی توجہ کا مرکز بنی ہے۔

امام البنا کی شخصیت اور جماعت اخوان المسلمون پر غیر مسلم محققین کی تحریرات میں نمایاں ترین اور اولین مصادر پر مبنی ایک تحقیقی کتاب جس کا مصنف ایک عرصے تک مصر میں امریکی خفیہ ادارے کے رکن کی حیثیت سے متعین رہا، بار بار اس بات کا تذکرہ کرتا ہے کہ:

"The two continous Influnces in history so far had been classical Islamic learning and emotional discipline of sufism.[7]

تاریخ پر کلاسیکل اسلامی علوم اور تصوف کے جذباتی پہلو دونوں کے اثرات مسلسل رہے۔

امام البنا کے رسائل مدلل طور پر تزکیۂ نفس، تزکیۂ خاندان اور تزکیۂ معاشرہ پر متوجہ کرتے ہیں لیکن چونکہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی طرح امام البنا کا پہلا دعوتی نکتہ بھی یہی ہے کہ اسلام مکمل جامع اور عملیت پر مبنی نظام حیات ہے۔ اس لیے تصوف کے واضح اور غالب اثرات کے باوجود ان کی تحریک اور شخصیت کو سیاسی حوالے سے زیادہ نمایاں کیا جاتا رہا۔ بظاہر اس کا سبب مغربی اور مغرب زدہ اذہان کا 'مذہب' اور 'سیاست' کو دو الگ خانوں میں تقسیم کرنا ہے، جس کے بعد 'مذہب' سے وابستہ کسی بھی فرد کے سیاسی عمل میں حصہ لینے کو اصول سے انحراف سمجھا جاتا ہے، جب کہ امام البنا ہوں یا سید مودودی، دونوں کی دعوت کا مقصد روایتی مذہبیت اور روایتی روحانیت سے بغاوت کرتے ہوئے، ایک انقلابی فکر کے ذریعے علامہ محمد اقبال کی طرح، اسلامی فکر اور معاشرے کی تشکیل جدید کرنا تھا۔ مغربی نگارشات میں اس اختیار کردہ جدید (innovative) اور غیر روایتی

7- Richard P.Mitchell, *The Society of the Muslim Brothers*, Oxford University Press, London.1969. p 30

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرزِ عمل کو بہ تکرار 'قدامت پرستی' اور 'روایت پرستی' کہنا دراصل اصطلاحات کو گڈمڈ کر کے قارئین کی فکر کو پراگندہ کرنا ہے۔ جس طرح امام ابن تیمیہ نے اپنے دور کی روایت پرستی کو رد کرتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ نہ صرف مختلف تعبیراتِ فقہ حتیٰ کہ صحابہ کرام کے اجماع کو بھی وہ مقام نہیں دے سکتے جو مقام اتباع قرآن وسنت کا ہے۔ چنانچہ انھوں نے فقہ کے تخلیقی عمل کو اجماعِ صحابہ کا پابند بھی کرنا پسند نہیں کیا۔ یہ طرزِ فکر ہر زاویۂ نظر سے 'انقلابی' اجتہادی تھا اور روایت پرستی کے رد پر مبنی تھا، لیکن بہت سے حضرات نے اسے 'سلطنت' کا عنوان دے کر بزرگوں کی اطاعت کہنا شروع کر دیا۔ بالکل اسی طرح امام البنا نے سلف صالح سے پوری عقیدت کے باوجود دورِ جدید کے معاملات میں اجتہاد پر زور دیا۔ مولانا مودودی کا بھی یہی جرم روایت پرست فقہا اور قدامت پسند صوفیا کے نزدیک ناقابلِ معافی فعل تھا کہ وہ معاشی، سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور قانونی معاملات میں براہِ راست قرآن وسنت کی روشنی میں جدید حل تلاش کر کے ایک اسلامی ریاست اور معاشرے کی تشکیل چاہتے تھے۔

امام البنا اور سید مودودی کا حالات کا تجزیہ اور معاشرتی، معاشی، ثقافتی اور سیاسی مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل تلاش کرنا نہ صرف روایت پرست فقہا اور قدامت پرست صوفیا بلکہ جدیدیت کے علم بردار مغربی مفکرین کے لیے بھی قابلِ قبول نظر نہیں آتا۔ اسی لیے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کو، نامعلوم خدشات اور وجوہ کی بنیاد پر یکایک بنیاد پرستی کی دعوت کا عنوان دے دیا جاتا ہے:

"Thus Banna's reaction to the crisis milieu was to advocate a return to the basis of Islam the call to fundamentlism.Banna's da'wah was a direct descendent of earlier revival movements.[8]

بحرانی حالات میں حسن البنا کا ردعمل اسلام کی اصل کی طرف رجوع کی وکالت تھا، یعنی بنیاد پرستی کی طرف دعوت۔ حسن البنا کی دعوت ماقبل احیائی تحریکوں کا راست ورثہ تھی۔

8- R.Harain Dekmejian, *Islam in Revolution Fundamentalism in the Arab World*, Syracuse University Press, London, 1985, P 80.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنیاد پرستی اپنے اصطلاحی یورپی پس منظر میں مغربی لادینی تہذیب کے لیے ایک خطرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ بنیاد پرستی کی اصطلاح کا تعلق اسلام سے ہو یا عیسائیت سے، ہر شکل میں یورپی ذہن اس کے ساتھ نباہ کرنے سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہے، جب کہ سادہ لوح مسلمان مفکرین بنیاد پرستی کے لفظی مفہوم یعنی دین کی بنیادی تعلیمات پر عمل کرنے کو اس کا صحیح مفہوم سمجھتے ہوئے یورپی ذہن کی اس نفسیاتی بیماری کا صحیح طور پر ادراک نہیں کر پاتے، بلکہ بعض اوقات فخر سے کہتے ہیں کہ "الحمدللہ ارکان اسلام پر عمل کرتے ہیں اس لیے بنیاد پرست ہیں"۔ مفاہیم کا یہ غلط اختلاط ایک بڑی فکری رکاوٹ بن کر مغرب کو ایسے نتائج اخذ کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے جن کا حقیقتِ واقعہ سے کوئی تعلق نہیں پایا جاتا اور سادہ لوح مسلم مفکرین بھی مغربی فکر کی بعض فنی اصطلاحات سے کماحقہٗ واقفیت نہ ہونے کے سبب اس مسئلے کو سلجھانے میں کوئی پیش رفت نہیں کر پاتے۔

امام البنا جس تصوف کے قائل ہیں وہ قوم کو جگانے والا، تزکیۂ نفوس کے ذریعے معاشرتی عدل قائم کرنے والا اور مظلوم کو ظلم سے نجات دلانے کے لیے جہاد پر آمادہ کرنے والا عمل ہے۔ اسی بنا پر ان کے حلقہ ہاے ذکر قائم کرنے اور اخوان کو الماثورات کا اہتمام کرنے کی ہدایت کے باوجود ان کی جو تصویر کشی مغربی مفکرین کرتے ہیں وہ نہ صرف مبالغہ آمیز بلکہ گمراہ کن حد تک غلط ہے۔ دو معروف تصنیفات ہماری راے کی توثیق کرتی ہیں۔ ایک، اسحاق موسیٰ الحسینی کی تصنیف' جو اخوان المسلمون کی تحریک پر سند کا درجہ رکھتی ہیں۔[9] دوسرے، استاذ سعید حویٰ کی تصنیف الاخوان المسلمون بھی اس پہلو پر مستند اور براہ راست معلومات فراہم کرتی ہے۔[10]

بنیادی طور پر مغربی مصنفین گھوم پھر کر جس پہلو کو اجاگر کرتے ہیں، اس کا تعلق یورپ کی تاریخ کے بعض اہم ادوار سے ہے۔ ان کے خیال میں یورپ کی معاشی، علمی، اور سیاسی ترقی واستحکام کا تعلق براہ راست مذہب کو پس پشت ڈال کر زندگی کے معاملات میں مادی اور ٹکنالوجیکل ترقی کو رہنما بنانے سے ہے۔ اس لیے اسلامی تحریکات کا احیاے دین کی دعوت دینا ان اہلِ مغرب کے

9- Ishaq Musa al Hussain, *The Muslim Brothers,* Beirut, al-Bayan, 1956, P 4, 9,11,92,97,160,168.

10- Saeed Hawwa, *The Muslim Brothers* translated by Abdul Karim Shaikh'Delhi, Hindustan Publications, 1983.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نزدیک تاریک ماضی کی طرف لوٹنے کے مترادف ہے اور اسی بنا پر وہ ان تحریکات کو بنیاد پرست قرار دیتے ہیں۔ امام البنا نے اپنے رسائل میں یہ بات وضاحت سے بیان کی ہے کہ ان کا تصور دین، روایتی مذہبیت اور روایتی روحانیت دونوں سے مختلف ہے۔ وہ سید مودودی کی طرح دین کی شامل وکامل تعریف کرتے ہیں اور مذہب کو محض عبادات اور رسومات تک محدود تصور نہیں کرتے۔

اس پہلو سے دیکھا جائے تو دونوں تحریکات میں غیر معمولی فکری قربت کے باوجود انتظامی اور حکمت عملی کے بعض امور میں جزوی اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو چیز دونوں تحریکات کا امتیاز کہی جاسکتی ہے وہ دونوں کے قائدین میں غیر معمولی قوت کار اور شخصیت کی جاذبیت ہے، جس کی بنا پر البنا ہزار ہا ارکان کے لیے ایک مرشد اور رہنما کی حیثیت اختیار کر گئے۔ بعض مغربی مصنفین بھی اس راز سے واقف نظر آتے ہیں اور برطانوی مستشرق بشپ کینتھ کریگ اس طرف اشارہ کرتا ہے:

" The secret of its success lay in the force and dedication of its Ideas and in the extraordinary energy almost in its quality of al-Banna himself.He combined the meticulousness of a watch maker with the drives of a prophet.[11]

اس کی کامیابی کا راز اس کے نظریات کی طاقت اور خلوص اور حسن البنا کی طرح کی غیر معمولی توانائی تھا۔ ان میں ایک گھڑی ساز کی باریک بینی اور ایک نبی کی قائدانہ قوتوں کا امتزاج تھا۔

اگر غور کیا جائے تو ان دو صفات سے متصف شخص کو جنگ جو یا شدت پسند کہنا ایک منطقی تضاد ہی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن امام البنا کی دعوت و شخصیت سے واقفیت کے باوجود تان آ کر ٹوٹتی اسی بات پر ہے کہ البنا دور جدید میں پائی جانے والی تشدد پسند تحاریک کے محرک تھے۔ امام البنا کا معاشرتی اصلاح کا تصور خود بعض مغربی مستشرقین کی زبان میں کچھ یوں نظر آتا ہے کہ امام البنا کی دعوت کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ قرآن کی جدید تعبیر کی ضرورت ہے اور سائنسی حقائق کے علم کے ساتھ قرآن کے

11-Kenneth Cragg, *Counsels in Contemporary Islam*, Edinbourgh Edinbrough University Press, 1965, P 113.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفہوم کو بیان کیا جانا چاہیے۔ ثانیاً، مغربی سامراج سے نجات کی خواہش کا یہ مطلب نہیں کہ مغربی ایجادات اور تحقیقات سے استفادہ نہ کیا جائے۔ ثالثاً، سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت پر مبنی معاشی نظام سے نکل کر ایک سرمایہ کار (enterprenuer) کو یہ حق ہونا چاہیے کہ وہ وسائل تک دسترس حاصل کرے اور معاشی میدان میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ رابعاً، امت کے اندر مسلکی اختلافات سے بلند ہو کر صرف قرآن وسنت کی بنیاد پر یک جہتی کا قیام عمل میں لایا جائے، خامساً، اسلامی معاشرے کو خودکفیل بنانا تاکہ وہ فطری انداز میں ترقی کرلے۔ سادساً، قومی افق پر اعتماد اور قومی صفات کا پیدا کرنا، تاکہ سامراجی دور کے منفی اثرات سے نجات حاصل کی جا سکے۔[۱۲]

البنا کی دعوت کو سمجھنے اور اتنے اچھے انداز میں بیان کر دینے کے بعد بھی اگر یہی مغربی مصنفین یہ نتیجہ نکال بیٹھیں کہ البنا ایک 'جنگ جو'، 'تشدد پسند' رہنما تھے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یعنی مستشرقین نے البنا کی شخصیت کے حوالے سے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو تعریفی بھی ہیں اور ان کی من مانی تعبیر بھی کی جا سکتی ہے، مثال کے طور پر:

"Hassan al-Banna, more than any Individual, can be considerd the atvair of the twentieth Century Sunni revivalism. He was the unique embodiment of the Sufi spiritualist, Islamic scholar and activist leader who possessed a rare ability to evoke masses., support by translating doctrinal complexities into social action."[۱۳]

کسی بھی فرد سے زیادہ، حسن البنا کو ۲۰ویں صدی کے سنّی اسلام کے احیا کا روح رواں قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ صوفی روحانی شیخ، مفکر اسلام، اور سرگرم قائد کا منفرد اظہار تھے

12-Kenneth Cragg, مندرجہ بالا حوالہ، p 144-117

13-R.Hrain Dekmejian , *Islamic Revolution, Fundamentalism in the Arab World*, Syracuse, 1969. p.80-81.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو عوام کو اُبھارنے اور عقیدے کی پیچیدگیوں کو عوامی اقدامات میں تبدیل کرنے کا شاذ ملکہ رکھتے تھے۔

امام البنا کی ان قائدانہ روحانی صفات کی بنا پر اسی مصنف کا یہ تبصرہ ہے کہ مشہور مغربی ماہر نفسیات ارکسن (Ereckson) نے ایک متاثر کرنے والے قائد کی جو صفات بتائی ہیں وہ سب امام البنا میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

امام البنا نے جس تدریجی حکمت عملی سے اپنی دعوت کا آغاز کیا اور ایک وسیع تر حلقہ کو براہِ راست مخاطب کیا، وہ انبیا کے طریقِ دعوت کے عین مطابق نظر آتا ہے۔ البنا نے نہ صرف عوام الناس، وکلا، انجینیروں، اطبا، تاجروں بلکہ خود فرماں رواؤں کو دعوتی خطوط کے ذریعے اپنی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی بلکہ ایک مرحلے میں فوج کے نوجوان افسران میں دعوت کی مقبولیت اس حد تک پہنچی کہ ۱۹۵۲ء میں فوجی انقلاب میں اخوان کی حیثیت ایک شریک کار کی قرار پائی۔

اگر تقابلی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ حکمت عملی سید مودودی کی تجویز کردہ حکمت عملی سے کچھ مختلف نظر آتی ہے۔ سید مودودی ایک نظریاتی جماعت اور برسرِاقتدار گروہ میں ایک فاصلے کے قائل نظر آتے ہیں اور وقت کی قید سے آزاد ہو کر ایک طویل فریم ورک میں فرد، خاندان، معاشرے اور ریاست میں تبدیلی و اصلاح کے حوالے سے بے انتہا پُرامید نظر آتے ہیں، جب کہ حسن البنا نے اس اصولی موقف کے ساتھ زمینی حقائق کو اہمیت دیتے ہوئے تبدیلی قیادت کے عمل کے جلد واقع ہونے کے لیے بعض مفاہمتی اقدامات کو اختیار کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا۔

اس کے باوجود رچرڈ پی مچل کا خیال ہے کہ، اگرچہ البنا نے اسلامی معاشرے کے ساتھ اسلامی ریاست کے قیام پر یکساں زور دیا، لیکن وہ اسلامی ریاست سے کیا مراد لیتے تھے، اس میں نظمِ حکومت کس قسم کا ہوگا، اس کے اندرونی اور بیرونی تعلقات کس نوعیت کے ہوں گے؟ کیا مغربی سیکولر جمہوریت کے بعض عناصر جوں کے توں اسلامی ریاست میں شامل کر لیے جائیں گے۔؟ غرض اس نوعیت کے سوالات جو تفصیل طلب ہیں، ان کے بارے میں امام البنا نے کسی متعین رائے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے مقابلے میں سید مودودی نے اسلامی ریاست کے حوالے سے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جامع اصولی اور عملی نقشہ مرتب کیا، اور دستوری اور انتظامی حیثیت سے جو تبدیلیاں لانی ضروری تھیں ان پر قلم اٹھایا۔[14]

حسن البنا کو حالات کا پورا علم تھا اور اپنی قوت کا اندازہ بھی تھا۔ اس بنا پر انھوں نے حالات کو تبدیل کرنے میں جلد بازی کی جگہ ایسی حکمت عملی اختیار کرنا چاہی جو دوررس نتائج پیدا کر سکے۔ اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہو سکے یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ لیکن یہ بات شواہد کی بنا پر کہی جا سکتی ہے کہ یہ تدریجی حکمت عملی ایک وسیع تر وقت کے فریم ورک سے وابستہ تھی۔[15]

مجلی کی اس رائے سے ہمیں واضح اختلاف ہے کہ چونکہ بعض سیاسی مسائل پر امام البنا کی رائے متعین نہ تھی یہ قیاس کر لیا جائے کہ اسلامی معاشرت اور ریاست کے بارے میں امام البنا کے ذہن میں کوئی نقشۂ کار ہی نہ تھا۔ امام البنا اپنے دور میں حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد ایک اصلاحی تحریک کو لے کر اٹھے، جسے مسلم امت کی سیاسی اور معاشی زبوں حالی کا پورا ادراک تھا۔ اس مناسبت سے علمی حلقوں میں اسلام کے سیاسی نظام کے حوالے سے علی عبدالرازق کی کتاب نظام الحکم فی الاسلام جس میں انھوں نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن وسنت سے کسی واضح اسلامی ریاست کا نقشہ نہیں بن سکتا، زیر بحث تھی، جب کہ رشید رضا نے خلافت کے عنوان پر ایک عالمانہ کتاب لکھ کر یہ سمجھانا چاہا کہ کس طرح تاریخ کے حوالے سے اسلامی ریاست کا وجود ممکن ہے۔ اس لیے شیریں ہنٹر کا یہ خیال یا لیری پوسٹن کا یہ سمجھنا کہ امام البنا کے سامنے معاشرے اور ریاست کے حوالے سے کوئی واضح منصوبہ بندی اور نظام کا نقشہ موجود نہ تھا[16] ایک گمراہ کن تصور نظر آتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ امام البنا نے اسلامی ریاست کے عنوان سے کوئی کتاب نہ لکھی ہو، لیکن ان کی دعوت کا بنیادی ہدف معاشرے کے ساتھ ساتھ ریاست کی اصلاح اور

۱۴- ملاحظہ ہو اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: پروفیسر خورشید احمد، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

15-Shirin Hunter , ed . *The Politics of Islamic Revivalism*, Indiana University Press1988, p 29-30.

16-Lary Posten, *Islamic Da`wah in the West :Muslim Missionary Activities,and Dynamics of Conversion to Islam*, Oxford University Press, 1992, p 69.

© rasailojaraid.com